110593-اولاد کو تنگ اور چھوٹا لباس پہنانا اور بیوی کا اس پر اعتراض کرنا

سوال

قریب البلوغت اولاد کو شارٹ لباس پہنانے کا حکم کیا ہے ؟

اور اگر میری بیٹی پردہ کرنے اور برقع پہننے سے انکار کردے تو میں کیا کروں ؟

اپنے خاوند کے ساتھ کیا طریقہ اختیار کروں کیونکہ وہ بہت سخت ہے اور میں اس سے بہت پریشانی اور تنگ ہوں وہ چاہتا ہے کہ ہماری اولاد ہر حرام کام سے اجتناب کرے چاہے وہ خود اس کا ارتکاب کرتا ہو، میں اس عالم دین کے ساتھ کیا طریقہ اختیار کروں، ان دنوں جتنے لوگ بھی اسلام کی پیروی کررہے ہیں وہ ہر چیز میں تشدد اور سختی سے کام لیتے ہیں ان حالات میں مجھے جو مشکلات اور تعصب کے اوقات میں کس طرح اسلام کی تعلیم حاصل کرسکتی ہوں ؟

کہتے ہیں کہ خاوند کی نافرمانی و معصیت جائز نہیں اگر میں اس کے علم پر بھروسہ نہیں کرتی تو اس کی بات ماننے کے لیے میں کیا کروں اور اس کا حل کیا ہے ؟

پسندیدہ جواب

اول :

کشتیاں اور بحری جہاز جو سمندروں میں چلتے ہیں اور اپنے اوپر کئی ایک اشخاص کو اٹھائے ہوئے ہیں وہ تو ان کے چلانے والے قائد اور کیپٹن کے علاوہ نہیں چل سکتے وہی انہیں چلاتے اور حرکت میں لاتے ہیں تا کہ اس میں سوار لوگ امن و سلامتی کے ساتھ ساحل پر پہنچ سکیں.

اس وقت ایک مسلمان خاندان بھی بالکل ایک ایسی کشتی کی طرح ہی ہے جو فتنہ و فساد کی موجوں کے سمندر میں چل رہی ہے، اور پھر دین کے دشمن جمع ہو کر مسلمان خاندان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ اسے ہلاک اور قتل کردیا جائے، اس کے لیے انہوں نے ہر قسم کے وسائل اور طریقہ اختیار کر رکھے ہیں.

کہیں عالمی کانفرنسیں ایک ملک سے دوسرے ملک منعقد کی جارہی ہیں، اور انہیں عالمی تنظیمیں اور منتظمین منعقد کر رہے ہیں، ان سب کا مقصد یہی ہے کہ مسلمان خاندان اور گھرانے کو ضائع اور تباہ کردیا جائے، اور اس میں جو ربط پایا جاتا ہے اسے تباہ کر کے خاندان کا شیرازہ بکھیر دیا جائے اور اس کے افراد میں سے شرم و حیاء جیسی چیز چھین لی جائے اور ان کی عفت و عصمت قتل کردی جائے.

اور پھر یہ فضائی چینل اور پرنٹ میڈیا اور میگزین اور دوسرے وسائل اعلام سب ہی مسلمان خاندان میں بہت ہی برا اور قبیح عمل کر رہے ہے، سب کی ایک ہی غرض و غایت اور مقصد ہے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا مشاہدہ کرنے والے پر یہ چیز مخفی نہیں رہ سکتی.

ان متلاطم موجوں کے سائے میں مسلمان خاندان کی کشتی چل رہی ہے، اور اگر اسے چلانے والا ملاح عقلمند و حکیم نہ ہو تو یہ کشتی تباہ ہو جائیگی اور سب ہلاک ہو جائیں گے.

خاندان کا سربراہ اس کشتی کا ملاح ہے، ہم اس باپ کو کوئی ملامت نہیں کرتے جو اپنی بیوی اور اولاد کے فتنہ وفساد میں پڑجانے کا خوف رکھتا ہو، اس فساد اور خرابیوں نے بہت زیادہ نقصان کیا ہے جسے خاندان کا سربراہ اکیلا روک سکے، اور اگر اس میں یہ بھی شامل ہوجائے کہ اس کشتی کو کنٹرول کرنے اور چلانے میں بیوی تعاون نہ کرے، بلکہ اگر وہ خاوند کی مخالفت کرنے لگے اور خاوند خاندان کی کشتی کو ان فتنوں اور خرابیوں سے بچانا اور نجات دلانا چاہے لیکن بیوی اس کی مخالفت کرنے لگے تو کیا حالت ہوجائیگی ؟!

سائلہ بہن : آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ معاملہ آسان اور سہل نہیں، آپ کو چاہیے کہ آپ اپنے خاوند کے لیے بہتر معاون بن کر اپنے خاندان کے افراد کی اصلاح کریں، چاہے آپ ان احکامات اور فیصلوں سے متفق نہ بھی ہوں، تو بھی آپ کے لیے خاوند کی مخالفت صحیح نہیں، اور خاص کر جب اولاد سامنے ہو تو مخالفت مت کریں، کیونکہ اس کا اولاد کی تربیت پر غلط اثر پڑتا ہے.

لیکن اگر والد گھر کے افراد کو جو حکم دے رہا ہے اس میں کوئی نہ کوئی شرعی نص پائی جاتی ہے جس کا شریعت حکم دے رہی ہے تو باپ بھی وہی کہہ رہا ہے.

یا پھر باپ اپنی اولاد کی اس میں مصلحت دیکھتا ہے تو انہیں وہی حکم دیتا ہے جس میں ان کی اصلاح ہے، یا پھر انہیں کسی خرابی اور غلط کام سے روکتا ہے.

دوسرے معاملہ میں اگرچہ مناقشہ کی مجال ہے، لیکن پہلے معاملہ میں تو بالکل ایسی کوئی مجال نہیں ہے، کیونکہ ہمارے سب معاملات و تصرفات پر شریعت حاکم ہے، اس کو قبول نہ کرنے اور اور نافذ نہ کرنے میں ہمیں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے.

دوم :

ہماری سوال کرنے والی بہن : آپ علم میں رکھیں کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ کو اور آپ کے خاوند کو حکم دیا ہے کہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور اسی طرح اپنی اولاد کو بھی جہنم کی آگ سے بچانے کا حکم دیا ہے، چنانچہ یہ معاملہ کوئی آسان اور سہل نہیں، بلکہ بہت ہی خطرناک ہے، اور آپ کا خاوند ہی اپنی رعایا اور گھر کے افراد کا ذمہ دار اور نگران نہیں بلکہ اسی طرح آپ بھی ذمہ دار ہیں، ان کے بارہ میں آپ سے بھی بازپرس کی جائیگی.

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

{اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت اور شدید فرشتے مقرر ہیں جو اللہ تعالی کی نافرمانی نہیں کرتے اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں}.التحریم (6).

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

"تم سب ذمہ دار ہو، اور تم سب سے تمہاری ذمہ داری اور رعایا کے بارہ میں پوچھا جائیگا تم اس کے جوابدہ ہو، حکمران اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارہ میں پوچھا جائیگا وہ اس کا جوابدہ ہے، اور مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اس سے اس کی ذمہ داری کے بارہ میں پوچھا جائیگا، اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعایا اور ذمہ داری کے بارہ میں پوچھا جائیگا"

صحیح بخاری حدیث نمبر (853) صحیح مسلم حدیث نمبر (1829).

آپ یہ جان لیں کہ نہ تو بچوں کی تربیت شدت اور سختی سے کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس میں سستی و کوتاہی ہوسکتی ہے.

مستقل فتوی کمیٹی کے علماء کرام سے درج ذیل سوال کیا گیا :

والدین اپنی اولاد کی تربیت میں کیا طریقہ اختیار کریں ؟

تو کمیٹی کے علماء کا جواب تھا :

"اولاد کی تربیت میں کامیات ترین طریقہ یہ ہے کہ : اس میں میانہ روی اختیار کی جائے جس میں نہ تو افراط ہو اور نہ ہی تفریط چنانچہ اس میں نہ تو شدت ہونی چاہیے اور نہ ہی سستی و اہمال اور بے پرواہی.

اس لیے والد اپنی اولاد کی تربیت کرے اور انہیں تعلیم دے اور ان کی راہنمائی کرے، اور انہیں اخلاق فاضلہ کی تعلیم دے، اور آداب حسنہ سکھائے، اور انہیں ہر برے اور غلط اخلاق سے منع کرے اور روکے.

اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے، اللہ تعالی ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل اور صحابہ کرام پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے" انتہی

الشیخ عبد العزیز بن باز.

الشیخ عبد الرزاق عفیفی.

الشیخ عبد اللہ بن غدیان.

دیکھیں : فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (25/290-291).

سوم :

یہ علم میں رکھیں کہ شریعت پر حکمت ہے، آپ کو حکم دیتی ہے کہ اپنی اولاد کو سات برس کی عمر میں نماز کی تعلیم دو اور انہیں نماز ادا کرنے کا کہو، اور یہ حکم دیتی ہے کہ جب وہ دس برس کے ہو جائیں تو ان کے بستر علیحدہ کر دو یہ اس لیے ہے کہ ان کی پرورش اچھی ہو، اور آئندہ مستقبل میں ان کی اصلاح ہو جائے.

اگرچہ وہ ابھی مکلف نہیں کیونکہ ابھی وہ بالغ نہیں ہوئے لیکن یہ چیز اس میں مانع نہیں کہ ان کے والدین اور گھر والے انہیں ان اصلاح والے کام کا حکم نہ دیں، بلکہ یہاں انہیں حکم دینے میں تمہارے لیے بھی اور ان کے لیے بھی بہتر اور اصلاح کا باعث ہے.

اسی طرح ان کی بہتر معاملہ کرنے اور حسن اخلاق پر عمومی پرورش کرنا اور خاص کر شرم و حیاء اور عفت و عصمت پر پرورش کرنی چاہیے، اس میں شرمگاہ کی حفاظت بھی شامل ہے اور اسی طرح تنگ اور چھوٹا لباس پہننا بھی شرم و حیاء اور عفت و عصمت پر اثرانداز ہوتا ہے یہ نہیں پہنانا چاہیے.

اور دوسری جانب ایسا لباس پہنانے میں دوسرے کے لیے شہوات انگیزی کا باعث بنتا ہے چاہے وہ گھر والے ہوں یا دوسرے اقرباء اور رشتہ دار جو بھی انہیں دیکھے گا شہوت انگیزی پیدا ہوگی.

شریعت اسلامیہ نے اس عمر میں ان کے بستر علیحدہ کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ کیسی ممکن ہوسکتا ہے کہ تمہارے یہ جائز قرار دے کہ تم انہیں اس عمر میں بیداری کی حالت میں تنگ اور چست اور چھوٹا لباس پہناؤ ؟!

اس لیے آپ اس معاملہ کی علت کو سمجھیں اور ایسے کام اور فتنہ و فساد بننے کے سبب سے بچیں جس کا انجام سوائے سمندر کے پانی جتنے آنسوؤں کے کچھ نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی ایسی فضا ہے جو غم و حسرت کو خوش آمدید کہے گی.

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا :

ہم اکثر عورتوں کی مجلس میں دیکھتی ہیں کہ نوجوان لڑکیوں اور چھوٹی بچیاں جو سات برس کی عمر سے کم یا اس سے اوپر ہوتی ہیں انہوں نے چھوٹا یا تنگ لباس پہن رکھا ہوتا ہے، یا پھر انہوں نے یورپی سٹائل کا لباس زیب تن کر رکھا ہوتا ہے، یا چھوٹی بچیوں کے بالوں کی کٹنگ بچوں جیسی کی ہوتی ہے.

اور جب ہم ان سے اس سلسلہ میں بات کرتی اور انہیں نصیحت کرتی ہیں تو جواب دیا جاتا ہے کہ ابھی تو یہ چھوٹی ہیں، برائے مہربانی آپ بچوں کے لباس اور ان کے بالوں کی کٹنگ کے بارہ میں شافی جواب عنائت فرمائیں، اللہ تعالی آپ کو برکت سے نوازے.

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا :

" یہ تو معلوم ہے کہ انسان صغر سنی میں کسی چیز سے متاثر ہوتا ہے تو اس کا اثر بڑے ہوجانے کے بعد بھی باقی رہتا ہے، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم دیں اور جب دس برس کی عمر کے ہوجائیں تو نماز ادا نہ کرنے پر انہیں ماریں؛ تا کہ وہ نماز کے عادی بن جائیں.

کیونکہ بچہ جس چیز کا عادی ہوجاتا ہے اس پر عمل کرتا ہے، اس لیے جب چھوٹی بچی تنگ اور چست اور گھٹنوں تک یا پھر کہنی یا کندھے تک چھوٹا لباس پہننے کی عادی بن جائیگی تو اس کی شرم وحیاء جاتی رہے گی، اور وہ بڑی ہو کر اس طرح کے لباس کو جائز سمجھے گی.

اسی طرح بال کے متعلق بھی ہوگا، عورت کے ایسے بال ہونا ضروری ہیں جن سے وہ مرد سے ممتاز ہوسکے، یعنی مردوں کے بالوں سے عورت کے بالوں میں امتیاز ہونا ضروری ہے، اگر وہ عورت بھی مرد کے بالوں جیسے بال رکھتی ہے تو مردوں سے مشابہت ہوگی اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے.

اور یہ بھی علم میں رہنا چاہیے کہ گھر والے ان بچوں کے بارہ میں جوابدہ ہیں، اور ان کی راہنمائی اور پرورش کے ذمہ دار ہیں انہیں اس کا جواب دینا ہوگا.

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

" مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار اور راعی ہے اور اس سے اس کی رعایا اور ذمہ داری کے بارہ میں پوچھا جائیگا "

اس لیے اس میں کوتاہی اور سستی کرنے سے بچا جائے، اور انسان کو اپنی اولاد کی تربیت کرنے میں حقیقت سے کام لینا چاہیے اور اس کی حرص رکھے حتی کہ اللہ سبحانہ وتعالی ان کی اصلاح فرمادے، اور وہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن سکیں " انتہی

دیکھیں : اللقاء الشہری (10/66).

چہارم :

جب بچی صغر سنی اور بچپن میں شرم وحیاء اور عفت و عصمت پر پرورش پائیگی تو بلوغت سے قبل ہی وہ سر پر چادر اوڑھنے اور برقع پہننے کی رغبت رکھے گی، اور بچپن میں والدین کی سستی اور کوتاہی کی بنا پر اگر بڑی ہونے کے بعد وہ ساتر اور عفت و حشمت والا لباس زیب تن نہیں کرتی تو والدین کو اس کا علاج وعظ و نصیحت کے ساتھ کرنا چاہیے اور اگر یہ فائدہ مند نہ ہو تو پھر اس کے ساتھ ذرا سخت اسلوب اختیار کیا جائے تاکہ اسے اس کی رغبات سے باز رکھا جائے اور اسے اپنی مرضی نہ کرنے دی جائے.

کیونکہ اگر تم اس کے لباس کے بارہ میں خاموشی اختیار کروگے تو پھر وہ برقع پہننے اور پردہ کرنے سے بھی انکار کردے گی، اور ساتر لباس بھی زیب تن نہیں کریگی، اور بعض دوسری اشیاء کے ارتکاب پر بھی جرات کرنے لگےگی.

اور یہی کشتی ڈوبنے کی علامت و نشانی ہے! کہ فیصلے بچوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیے جاتے ہیں، ہم تاکیداکہتے ہیں کہ ابتدا نرمی اور شفقت کے ساتھ کی جائے، اور ان کی اصلاح سے ناامیدی نہ رکھی جائے، اور نہ ہی ابتدائی طور پر شدید سختی سے کام لیا جائے، لیکن جب کشتی کا ملاح دیکھے کہ سختی کے بغیر کام نہیں چلتا تو پھر عقلمندی سے استعمال کرے.

مستقل فتوی کمیٹی کے علماء کرام سے درج ذیل سوال کیا گیا:

بچی کے لیے کس عمر میں پردہ کرنا واجب ہے، اور کیا ہم طالبات پر پردہ کرنا لازم کردیں چاہے وہ ایسا کرنا ناپسند بھی کرتی ہوں؟

کمیٹی کے علماء کا جواب تھا:

"جب بچی بالغ ہو جائے تو اس پر ایسا لباس پہننا واجب ہو جاتا ہے جو اس کے ستر کو چھپائے، اور اس میں چہرہ اور سر اور دونوں ہاتھ شامل ہیں، چاہے وہ شاگرد طالبات ہوں یا نہ لڑکی کے ولی کو چاہیے کہ وہ اپنی بچی پر اسے لازم کرے چاہے بچی ناپسند بھی کرتی ہو.

بچی کے اولیاء کو چاہیے کہ وہ بچی بالغ ہونے سے قبل ہی بچی کی تربیت کرے تاکہ وہ بالغ ہونے سے قبل ہی پردہ اور ساتر لباس پہننے کی عادی بن جائے، اور بالغ ہونے پر اس کے لیے اطاعت کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے" انتہی

الشیخ عبد العزیز بن باز.

الشیخ عبد الرزاق عفیفی.

الشیخ عبد اللہ بن غدیان.

الشیخ عبد اللہ بن قعود.

دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (17/219-220).

اس لیے آپ اللہ تعالی کی اطاعت و فرمانبرداری اور اپنی اولاد کی تربیت میں اپنے خاوند کی بہتر معاون بنیں، اور شریعت پر عمل کرنے کے متعلق دشمنان دین کی بات یہ تشدد پسندی اور سختی ہے جیسے الفاظ کہہ کر دین کے دشمنوں کے ساتھ مت ملیں.

اور آپ کا خاوند اپنے بارہ میں جو کوتاہی کرتا ہے اس کے بارہ میں آپ اسے وعظ و نصیحت کریں اور اسے سمجھائیں اور اللہ رب العالمین کا خوف دلائیں، اور اس کی اس کوتاہی اور کمی کو اولاد کی کمی اور کوتاہی کے لیے جواز مت بنائیں.

اور آپ صحیح طرح امانت کی ادائیگی کے لیے اللہ رب العالمین سے مدد مانگیں.

اللہ رب العالمین سے ہماری دعا ہے کہ وہ آپ کو وہ کام کرنے کی توفیق دے جس میں اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے.

سوال نمبر (10016) کے جواب میں ہم نے اولاد کی اصلاح کے لیے کیسے تربیت کی جائے جیسا موضوع بیان کیا ہے آپ اس کا مطالعہ کریں.

اور سوال نمبر (10211) کے جواب میں چھوٹے بچوں کی تعلیم اور دعوت کا صحیح طریقہ بیان کر چکے ہیں اس کو بھی ضرور پڑھیں.

واللہ اعلم.